ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ

Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات Module Detail	
مضمون کا نام Subject Name	اردو Urdu
کورس کا نام Course Name	آن لائن تربیتی کورس برائے ثانوی سطح Online Course for Urdu Teaching at Secondary Stage
ماڈیول کا عنوان Module Name/Title	اردو کی دیگر شعری اصناف اور ہئیتوں کی تدریس Urdu ki Digar Shery Asnaf aur Hai'aton ki Tadrees
ماڈیول آئی ڈی Module ID	TUSS_UDA_12
کلیدی الفاظ Keywords	پیروڈی، واسوخت، تضمین، مستزاد، شہر آسوب، ریختی، ہائیکو، ماہیا

ڈیولپمنٹ ٹیم

Development Team

کردار Role	نام Name	ادارہ Affiliation
کورس کوآرڈینیٹر Course Coordinators	پروفیسر محمد فاروق انصاری Prof. Mohd. Faruq Ansari پروفیسر دیوان حنان خان Prof. Diwan Hannan Khan	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی DEL, NCERT, New Delhi
کورس ایڈمنسٹریٹر Course Administrator	ڈاکٹر عزیر احمد Dr. Uzair Ahmad	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی DEL, NCERT, New Delhi

ماڈیول:12

اردو کی دیگر شعری اصناف اور ہئیتوں کی تدریس

فہرست

1	تمہید	2
2	مقاصد	3
3	پیروڈی	3
4	تضمین	4
5	شہرآشوب	5
6	واسوخت	6
7	ریختی	7
8	ترائیلے	9
9	ہائیکو	10
10	ماہیا	11
11	سانیٹ	11
12	خلاصہ	13

1 تمہید

اردو کی کئی شعری اصناف ایسی ہیں جن پر ذرا کم گفتگو ہوتی ہے۔ان کی ادبی حیثیت بھی مسلم ہے اور بہت سے شعرا ان اصناف میں طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔ کچھ سنجیدہ اور معتبر شاعروں نے ان اصناف کو وقار بخشا ہے۔اس لیے ان شعری اصناف پر بھی گفتگو ہونی چاہیے۔اس

سبق میں ہم جن اصناف پر گفتگو کریں گے ان میں پیروڈی، تضمین، مستزاد، شہر آشوب، واسوخت، ریختی، ہائیکو، ماہیا اور سانیٹ وغیرہ شامل ہیں۔

2 مقاصد

- پیروڈی، تضمین، مستزاد، شہر آشوب، واسوخت، ریختی، ہائیکو، ماہیا اور سانیٹ کے فن پر گفتگو۔
- ان اصناف شاعری کی بنیاد اور اجزا پر روشنی۔
- ان اصناف کی ابتدا اور ارتقا کے حوالے سے گفتگو۔

3 پیروڈی

پیروڈی مزاحیہ شاعری کی ایک مقبول صنف ہے۔اس کے لیے لازمی ہے کہ جس فن پارے کو پیروڈی کے لیے بنیاد بنایا جائے وہ مقبول ہو تبھی اس سے لطف اٹھایا جاسکتا ہے۔ بعض دفعہ محض لفظی تبدیلیوں سے مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ تحریف کا اصل مقصد زندگی کی ناہمواریوں کو طنز کا نشانہ بنانا ہوتا ہے۔ پیروڈی میں ادبی یا نظریاتی خامیوں یا اختلافات کو اجاگر کیا جاتا ہے اور ان کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔

اردو میں پیروڈی کی روایت کو فروغ دینے والے اکبر الہ آبادی ہیں۔ان کے ہم عصروں میں رتن ناتھ سرشار اور تربھون ناتھ ہجر نے بھی "اودھ پنچ" میں کئی پیروڈیاں لکھیں۔ کنھیالال کپور، سید محمد جعفری، راجہ مہدی علی خاں، فرقت کاکوروی اور دلاور فگار نے بھی پیروڈیاں لکھی ہیں۔ کنھیالال کپور نے اپنے فیچر "غالب جدید شعرا کی محفل میں" میں کئی شعرا کی پیروڈی کی ہے۔آپ بھی فیض کی نظم "تنہائی" کی پیروڈی دیکھیں:

فون پھر آیا دل زار نہیں فون نہیں
سائیکل ہوگا کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات اترنے لگا کھمبوں کا بخار

کمپنی باغ میں لنگڑانے لگے سرد چراغ
تھک گیا رات کو چلا کے ہر اک چوکیدار
گل کر و دامن افسردہ کے بوسیدہ چراغ
یاد آتا ہے مجھے سرمہ دنبالہ دار
اپنے بے خواب گھروندے ہی کو واپس لوٹو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ایک سنجیدہ نظم میں کس انداز سے طنز و مزاح کے عنصر پیدا ہو گئے ہیں۔

اسی طرح قتیل شفائی کا شعر ہے:

اُڑتے اُڑتے آس کا پنچھی دُور اُفق میں ڈوب گیا
روتے روتے بیٹھ گئی آواز کسی سودائی کی

اس شعر کی پیروڈی اس طرح ہے:

اُڑتے اُڑتے آس کا پنچھی دُور اُفق میں ڈوب گیا
روتے روتے بیٹھ گئی آواز قتیل شفائی کی

4 تضمین

تضمین کے معنی ہیں کسی چیز کی تہہ میں رکھنا۔اصطلاحی معنی میں اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے کلام پر مضمون کی مطابقت اور ردیف و قوافی کی پابندی کے ساتھ مزید مصرعوں یا بندوں کے اضافے کو تضمین کہتے ہیں۔اس کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی مشہور شعر کو اپنی نظم کے آخر میں استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی کسی مصرعے پر پیش مصرعہ لگا دیتے ہیں۔اس کی تیسری شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی شعر کے پہلے مصرعے پر ردیف و قوافی کی پابندی کے ساتھ تین مصرعے اور لگا دیے جاتے ہیں۔

بہت سے شاعروں نے معتبر شاعروں کی مقبول غزل یا اشعار کی تضمین کی ہے۔آپ دیکھیں کہ مومنؔ نے شیفتہؔ کی غزل کے مقطعے کی تضمین کس فنکاری سے کی ہے:

مومنؔ کو دیکھ چشم میں آیا لہو اتر
یہ حال تھا کہ مضطر و حیراں تھے چارہ گر
کہتا تھا اک رفیق کو برباد دیکھ کر
"ایسی ہی بے قراری رہی متصل اگر
اے شیفتہ، ہم آج نہیں بچتے شب تلک"

تضمین کیے ہوئے شعر یا مصرعے کو واوین میں لکھا جاتا ہے۔غالب کا ایک شعر ہے:

غالبؔ اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخؔ
"آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں"

واوین میں لکھا ہوا مصرعہ ناسخؔ کا ہے جس کی تضمین غالبؔ نے کی ہے اور اُن کے مصرعے پر پیش مصرعہ لگایا ہے۔

اردو کے بڑے شاعروں کے یہاں فارسی اور عربی شعر یا مصرعے کی بھی تضمین کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔کسی شاعر کی پوری غزل کے اشعار پر بھی تضمین کی مثالیں موجود ہیں۔

5 شہر آشوب

کسی شہر، بستی یا ملک میں فتنہ و فساد یا طوائف الملوکی جیسے حالات کے ذکر پر مشتمل نظم کو شہر آشوب کہتے ہیں۔اس کے لیے کوئی ہیئت متعین نہیں ہے۔اردو میں شاہ حاتمؔ کو شہر آشوب کا پہلا شاعر قرار دیا جاتا ہے۔حاتم کے معاصر شاکر ناجیؔ نے بھی مخمس کی ہیئت میں شہر آشوب کہے ہیں۔

سوداؔ کے شہر آشوب بھی مخمس کی ہئیت میں ہیں۔انھوں نے دہلی کی تباہی کو موضوع بنایا ہے۔میر تقی میرؔ نے شہر آشوب میں لشکر کی ہجو اور سپاہیوں کی مفلسی کو موضوع بنایا۔ قائم چاند پوری، نظیرؔ اکبر آبادی، برقؔ لکھنوی، راسخؔ عظیم آبادی اور صفیؔ لکھنوی نے بھی شہر آشوب کہے ہیں۔ باقاعدہ بہ حیثیت ایک صنف کے شہر آشوب اب کم ہی لکھے جاتے ہیں۔جدید دور میں خلیل الرحمٰن اعظمی اور شمس الرحمٰن فاروقی نے نئے طرز کے شہر آشوب لکھے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کے شہر آشوب سے ایک مثال دیکھیے :

اب آگرے میں جتنے ہیں، سب لوگ ہیں تباہ
آتا نظر کسی کا نہیں ایک دم نباہ
مانگو عزیز! ایسے برے وقت سے پناہ
وہ لوگ ایک کوڑی کے محتاج اب ہیں، آہ
کسب و ہنر کے یاد ہیں جن کو ہزار بند

جتنے ہیں آج آگرے میں کارخانہ جات
سب پر پڑی ہیں آن کے روزی کی مشکلات
کس کس کے دکھ کو رویئے اور کس کی کہیے بات
روزی کے اب درخت کا ہلتا نہیں ہے پات
ایسی ہوا کچھ آکے ہوئی ایک بار بند

6 واسوخت

"واسوخت" فارسی کا لفظ ہے۔اس کے لغوی معنی ہیں جلی کٹی سنانا۔واسوخت ایسی نظم ہے جس میں عاشق محبوب کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔اسے جلی کٹی سناتا اور اسے جلانے کے لیے کسی دوسرے سے عشق کا ڈھونگ رچاتا ہے۔عاشق کا مقصد بس

یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے اندر بھی محبت کی تڑپ پیدا ہو جائے۔ وہ اپنی بے توجہی اور بے وفائی سے باز آجائے اور رقیب پر مہربان ہونے کا رویّہ چھوڑ دے۔

شہر آشوب کی طرح واسوخت کے لیے بھی ہیئت کی کوئی قید نہیں ہے۔ مومنؔ نے اس کے لیے غزل کی ہیئت اختیار کی ہے۔ امانتؔ لکھنوی کے واسوخت مسدس کی ہیئت میں ہیں۔ شاہ مبارک آبروؔ کو پہلا واسوخت نگار مانا جاتا ہے۔ میرؔ نے بھی واسوخت لکھے ہیں۔ میر کی واسوخت کا ایک نمونہ آپ بھی دیکھیے:

دلِ واسوختہ کو اپنے لیے جاتے ہیں
غصّے سے خونِ جگر اپنا پیے جاتے ہیں
اپنی جاغیروں کو ناچار دیے جاتے ہیں
اب کے یوں جاتے نہیں عہد کیے جاتے ہیں
آوے گا تو بھی منانے کو نہ آویں گے ہم
جان سے جاویں گے پیاں سے نہ جاویں گے ہم

7 ریختی

اردو شاعری کی ایک صنف ریختی بھی ہے۔ ریختی کی صنف اردو سے مخصوص ہے۔ عربی یا فارسی شاعری میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اس میں شاعر عورتوں کے لب و لہجے، ان کی زبان، روزمرّہ اور محاوروں میں، عورتوں کی طرف سے ان کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ریختی کے لیے ہیئت کی کوئی پابندی نہیں۔ لکھنؤ کے مخصوص معاشرے اور تہذیب میں اس صنف کو پروان چڑھنے کا مناسب ماحول ملا۔ اس کی عمدہ مثال رنگینؔ کا کلام ہے۔ انھوں نے اپنے دیوانِ ریختی میں فردیات، رباعیات، قطعات، خمسہ، مثنوی اور غزل کی ہیئت میں ریختی کے نمونے پیش کیے ہیں۔

اظہارِ عشق اور معاملاتِ عشق سے قطع نظر، عورتوں کے عقائد، رسم و رواج، پیر پرستی، نذر و نیاز، زچگی، عقیقہ، شادی بیاہ کے رسوم، بناؤ سنگھار، کپڑے، زیور، طعن و تشنیع، ناز و ادا، رشک، حسد، غصہ، رقابت، عشق، بوالہوسی اور معاملاتِ خانہ داری؛ سب

ریختی کے موضوعات بن سکتے ہیں۔ان تمام معاملات کو بیان کرتے وقت اگرعورتوں کے لب ولہجےاور محاوروں کو برتنے کا اہتمام نہ کیاجائے تو یہ شاعری ریختی نہیں کہلائے گی۔

ریختی میں جنسی جذبات کے برملا اور بے باکانہ اظہار کی وجہ سے یہ ایک غیر مہذب صنف سمجھی گئی۔اسی لیے سنجیدہ حلقوں میں اس کی پذیرائی نہیں ہوسکی۔بدلتے ہوئے معیارومذاق کی وجہ سے یہ چلن سے باہر بھی ہوگئی لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی بدولت عورتوں سے مخصوص بہت سارے الفاظ ومحاورات اورگھریلو معاملات کی تفصیلات،تاریخِ ادب کاحصہ بن گئی ہیں۔

شمالی ہند وستان میں ریختی کی ایجاد کا سہرا سعادت یارخاں رنگینؔ کے سر ہے۔رنگین نے"دیوانِ انگیختہ "کے نام سے اردو کا پہلا دیوانِ ریختی ترتیب دیا تھا۔ان سے بہت پہلے دکن کے شاعر ہاشمیؔ بیجاپوری کی شاعری میں بھی وہ ساری خصوصیات موجود ہیں جن سے ریختی کی شاعری عبارت ہے۔رنگینؔ کے علاوہ ریختی کو فروغ دینے میں انشااللہ خاں انشاؔ کی حیثیت مسلم ہے۔ان کے علاوہ جانؔ صاحب،امجد علی نسبتؔ،مرزا علی بیگ نازنینؔ کے نام بھی اہم ہیں۔

ریختی کے مخصوص مزاج سے واقف ہونے کے لیے انشا کے چند اشعار دیکھیں:

چبھتی ہے یہ نگوڑی ململ کی اوڑھنی
لادے وہی دِوا مجھے ململ کی اوڑھنی

جو ہم کو چاہے اُس کا خدا نِت بھلا کرے
دودھوں نہائے اور وہ پوتوں پھلا کرے

نازنین کی یہ مثال دیکھیں:

مجھے کہتی ہیں باجی میں نے تاکا تیرے دیور کو
نہیں ڈرنے کی میں بھی ہاں، نہیں تاکا تواب تاکا

8 ترائیلے

اردو کی شعری اصناف میں کچھ ایسی بھی ہیں جو ہندوستان کی دوسری زبانوں یا غیر ممالک کی مقبول اصناف شاعری سے متاثر یا ماخوذ ہیں۔ان اصناف شاعری میں سے ایک صنف ترائیلے ہے۔

ترائیلے آٹھ مصرعوں پر مشتمل ایک فرانسیسی صنف شاعری ہے، جو اردو میں بہت بعد میں متعارف ہوئی۔ یہ صنف اپنی مخصوص اور متعین ہئیت سے پہچانی جاتی ہے۔اس میں موضوع کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ ترائیلے کے آٹھ مصرعوں میں پہلا، تیسرا اور پانچواں مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے۔اس کا دوسرا اور چھٹا مصرعہ بھی ہم قافیہ ہوتا ہے مگر پہلے، تیسرے اور پانچویں مصرعوں کے قافیوں سے الگ ہوتا ہے۔

اردو کے ترائیلے نگاروں میں عطا محمد شعلہؔ کے علاوہ مظہر امام اور نریش کمار شاد کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ مثال کے طور پر عطا محمد شعلہ کا ایک ترائیلے ملاحظہ ہو:

آگے سوچیں تو مہ و مہر کی عمروں سے طویل
پیچھے دیکھیں تو ہو اک پل کا تماشا جیسے
ہے کھڑی بیچ میں اک عمرِ گریزاں کی فصیل
آگے سوچیں تو مہ و مہر کی عمروں سے طویل
پیار کرنے کو تڑپ اٹھیں کبھی اتنی جمیل
ماہرِ فن نے کوئی بت ہو تراشا جیسے
آگے سوچیں تو مہ و مہر کی عمروں سے طویل
پیچھے دیکھیں تو ہو اک پل کا تماشا جیسے

9 ہائیکو

ہائیکوایک مقبول جاپانی صنف شاعری ہے۔اردو شاعری میں اس کا رواج بہت بعد میں ہوا۔ہائیکو تین مصرعوں پر مشتمل ایک مختصر نظم ہوتی ہے۔یہ اپنی ہئیت کے اعتبار سے پہچانی جاتی ہے۔ہائیکو کی بناوٹ پانچ،سات اور پانچ ارکان (سلیبل) یا(سبب خفیف) پر مشتمل مصرعوں پر قائم ہوتی ہے۔ان عروضی ارکان کی ترتیب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ

فعلن فعلن فع

فعلن فعلن فعلن فع

فعلن فعلن فع

اس صنف کو اردو ادب میں سب سے پہلے شاہد احمد دہلوی نے اپنے رسالے "ساقی" کے جاپانی ادب نمبر 1936 میں متعارف کرایا تھا۔اس کے بعد دوسرے رسائل میں بھی ہائیکو پر کئی مقالات شائع ہوئے۔ہائیکو کو پہلے جاپانی میں "ہائی کائی" یا "ہوکو" کہا جاتا تھا۔پنجابی صنف ماہیے اور اردو میں ثلاثی ہائیکو سے مماثلت رکھتے ہیں۔لیکن عروضی اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ہائیکو میں عام طور پر مناظر فطرت کے مشاہدات و تجربات بیان کیے جاتے رہے ہیں لیکن آج یہ کسی ایک موضوع کی پابند نہیں ہے۔اردو میں حمد اور نعت بھی ہائکو میں کہی جانے لگی ہیں۔جاپانی ہائیکو کی طرح اردو ہائیکو میں عنوانات قائم کرنے کا رجحان عام ہے۔اردو میں نادم بلخی، کرامت علی کرامت، حنیف کیفی، کوثر صدیقی اور علیم صبا نویدی وغیرہ نے ہائیکو لکھے ہیں۔مثال کے طور پر ہائیکو کا ایک نمونہ دیکھیں:

وہ اتنا رویا

انساں تو خود انسا ں ہے

پتھر بھی پگھلا

10.ماہیا

اسی طرح ماہیا پنجابی زبان کی ایک مقبول صنف ہے جو تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ماہیا لفظ "ماہی" کے ساتھ الف ندائیہ ملا کر بنایا گیا ہے جس کے مرادی معنی ہیں "اے ماہی،اے ساجن،اے ساتھی،اے محبوب،اور اے معشوق"۔پنجابی میں ماہی چرواہے کو کہتے ہیں۔بالخصوص بھینس چرانے والے کو۔سوہنی،مہیوال کے مشہور عشقیہ قصے کے مطابق عزت بیگ نام کا ایک پردیسی پنجاب کے علاقے میں اپنی محبوبہ "سوہنی" کی بھینس چراتا تھا،اسی باعث اسے مہیوال کہا جانے لگا۔بھینس چرانے والے کو ماہی اور ماہی کی زبان سے نکلنے والے عاشقانہ بول کو "ماہیا" کہا جانے لگا۔یہیں سے ماہیا صنف وجود میں آئی۔ماہیا تین مصرعوں کی نظم ہوتی ہے جس میں پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم وزن ہوتا ہے۔دوسرے مصرعے میں دو حرف کم ہوتے ہیں۔جیسے:

مفعول مفاعیلن

فعل مفاعیلن

مفعول مفاعیلن

اردو میں ماہیے کو رواج دینے میں ہمت رائے شرما،افتخار احمد اور حیدر قریشی کے نام اہم ہیں۔مثال کے طور پر ایک ماہیا آپ بھی دیکھیں:

اک بار تو مل ساجن

دیکھ ذرا آکر

ٹوٹا ہوا دل ساجن

11.سانیٹ

سانیٹ چودہ مصرعوں پر مشتمل انگریزی کی مشہور صنف شاعری ہے جو مخصوص بحر میں لکھی جاتی ہے۔اس کے مصرعوں میں قوافی کی ترتیب مقررہ اصولوں کے تحت ایک خاص انداز میں ہوتی ہے۔سانیٹ میں صرف ایک خیال،جذبے یا احساس کی ترجمانی کی جاتی ہے۔یہ خیال یا جذبہ اکثر نقطۂ عروج تک پہنچ جاتا ہے۔وحدتِ خیال اور شدتِ احساس سانیٹ کے لازمی عناصر ہیں۔

سانیٹ اطالوی لفظ Sonetto سے بنا ہے جس کے معنی مختصر آواز یا راگ کے ہوتے ہیں۔اس کا آغاز اطالوی زبان میں ہوا۔انگریزی میں بھی اسے مقبولیت ملی۔بعض اطالوی اور انگریزی شاعروں نے سانیٹ کے چودہ مصرعوں کو آٹھ اور چھ مصرعوں کے دو بندوں میں تقسیم کر کے لکھا ہے۔آٹولیں مصرعے کے اختتام پر ایک وقفہ ہوتا ہے اور نویں مصرعے سے خیال کا موڑ شروع ہوتا ہے جسے گریز کہا جا سکتا ہے۔انگریزی میں شیکسپیئر، ملٹن اور ورڈزورتھ نے اس صنف کو خوب فروغ دیا۔اردو میں اختر شیرانی نے اس صنف کی جانب خاص طور پر توجہ دی۔اختر شیرانی کے سانیٹ کا مجموعہ ''شعرستان'' ہے۔اردو کے سانیٹ نگاروں میں عظیم الدین احمد، حسرت موہانی، اختر جوناگڑھی، ن۔م۔راشد وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ن۔م۔راشد کا ایک سانیٹ ''ستارے'' کو بطور نمونہ دیکھیں:

نکل کر جوئے نغمہ خلد زارِ ماہ و انجم سے
فضا کی وسعتوں میں ہے رواں آہستہ آہستہ

یہ سوئے نوحہ آباد جہاں آہستہ آہستہ
نکل کر آ رہی ہے اک گلستانِ ترنم سے

ستارے اپنے میٹھے مدھ بھرے ہلکے ترنم سے
کیے جاتے ہیں نفرت کو جواں آہستہ آہستہ

سناتے ہیں اسے اک داستاں آہستہ آہستہ
دیارِ زندگی مدہوش ہے ان کے تکلم سے

یہی عادت ہے روز اولیں سے ان ستاروں کی
چمکتے ہیں کہ دنیا میں مسرت کی حکومت ہو

چمکتے ہیں کہ انساں فکرِ ہستی کو مٹا ڈالے
لیے ہے یہ تمنا ہر کرن ان نور پاروں کی

کبھی یہ خاکداں گہوارہ حسن و لطافت ہو
کبھی انسان اپنی گم شدہ جنت کو پھر پالے

12. خلاصہ

خلاصہ کلام یہ کہ اردو میں بہت سی ایسی شعری اصناف ہیں جن پر یا تو ایک زمانے میں خاصی توجہ دی گئی لیکن بعد میں اس کا رواج نہیں کے برابر رہا۔ بعض اصناف تجربے کے طور پر کسی خاص دور میں مقبول ہوئیں۔ ان اصناف میں سے زیادہ تر تو ہمارے قدیم اور کلاسیکی شعری سرمائے کا حصہ ہیں اور بعض غیر ملکی یا ہندوستان کی دوسری زبانوں سے متاثر ہو کر اردو کی شعری روایت کا حصہ بنیں۔ اس لیے ان اصناف کا بھی علم ہمارے لیے ضروری ہے۔

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب وتدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی و معاون درسی کتابوں اردو زبان وادب کی تاریخ، اردو قواعد وانشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔